AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

شائستہ فاخری کے ناول "نادیدہ بہاروں کے نشاں" کا تنقیدی جائزہ

A CRITICAL REVIEW OF SHAISTA FAKHRI'S NOVEL "NADEEDA BAHARON KE NISHAN"

AREEBA ANWAR
M.Phil. Scholar, Department of Urdu and Oriental Languages,
Government College University Faisalabad
EMAIL ID: areebaanwar9802@gmail.com
DR.MAJID MUSHTAQ
Assistant Professor, Department of Urdu and Oriental Languages,
Government College University Faisalabad
EMAIL ID: drmajidmushtaq@gcuf.edu.pk

Abstract

*Shaista Fakhri's novel " **Nadeeda Baharon ke Nishan** " is a bold study of feminine sensuality, male dominance, and physical and psychological exploitation of women in contemporary Urdu fiction. The central focus of the story is the character of "Aliza", who goes through the painful stage of Halala due to her husband's suspicion and mistrust and suffers the shock of the defeat and destruction of her existence, honor, and dreams between two men. The novel exposes the atrocities committed against women under the guise of religious and social values, calling the male mindset to account, while despite the reservations of critics (such as Dr. Shahab Zafar Azmi), Aliza's final decision is considered a declaration of women's freedom, self-realization, and rebellion.*

The author has emotionally depicted women's inner helplessness, fear, and broken dreams through expressive style, detailed writing, and symbols. The main message of the novel is that despite social injustices and ironies, a woman is not just an oppressed character, but she also has the courage to live with her wounds and continue her existential struggle without compromising her honor.

Keywords:
Shaista Fakhri, Nadeeda Baharon ke Nishan, Feminine Sensitivity, Social & Psychological Exploitation, Halala Narrative, Contemporary Urdu Novel, Critical Analysis.

ناول "نادیدہ بہاروں کے نشاں" کا تنقیدی جائزہ

شائستہ فاخری کا اصل نام شائستہ ناز ہے۔ شائستہ فاخری کی پیدائش 17 نومبر کو اترپردیش کے سلطان پور میں ہوئی۔ سنسکرت میں ایم اے اور پی ایچ ڈی کی۔ شائستہ فاخری آل انڈیا ریڈیو الہ آباد میں سینئر اناؤنسر ہیں۔ ان کا تعلق اترپردیش کے معروف صوفی خاندان سے ہے۔ بچپن میں خاموش طبع اور اپنے آپ میں گم اور خیالات اور فکر میں کھوئی رہنے والی بچی دیکھتے دیکھتے اپنے خانوادے کے ماحول کی باغی ہوئی۔ ساتویں کلاس میں تھی تو ہندی میں ایک کہانی ایسے لکھی جس کی خانقاہی کی پروردہ لڑکی سے توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔ شائستہ کی رومانوی نوعیت کی پہلی کہانی کا عنوان ''آنگن'' تھا، جس کا مطلب ہے گلے لگانا یا گلے لپٹانا۔ شائستہ نے خواتین کی مشکلات، ان کے درد اور ان کے اوپر ہونے والے مظالم کو موضوع سخن بنایا۔ روایت شکنی اور بغاوت اب ان کے مزاج کا حصہ بن چکی تھی۔۔ شائستہ ناز بچپن سے ہی شاعری بھی کرنے لگی تھیں۔ وہ اپنے احساسات کو نظم کر کے اس ڈائری میں لکھتی تھیں جو تکیہ کے نیچے چھپا کر رکھی ج جاتی تھی۔ ان کی ابتدائی شاعری کچھ اس طرح کی تھی:

کھوجوں تجھ کو یوں ہی کب تک
آشناؤں کی چھاؤں میں
تیری یادوں کے کھنڈر میں
عمر بتاتی جاؤں میں (1)

شائستہ فاخری شاعرہ، افسانہ نگار، ناول نگار اور مترجم ہیں۔ انھوں نے بہت سی کتابوں کا ہندی سے اردو میں اور اردو سے ہندی میں ترجمہ کیا۔ شائستہ ہندی اور اردو میں یکساں مہارت اور چابکدستی کے ساتھ لکھتی ہیں۔ شائستہ فاخری کا پہلا ناول ''نادیدہ بہاروں کے نشان'' شائع ہونے سے پہلے ہی مقبول ہو چکا تھا۔ اس میں عورت کی مظلومیت اور بے بسی کو ہی موضوع بنایا گیا ہے۔ جو مرد کی خود غرضی، انانیت اور بے دردی کا نتیجہ ہے۔ مصنفہ نے ایک نازک مسئلے (حلالہ) کو بڑی بے باکی اور سچائی کے ساتھ اس ناول میں برتا ہے۔

یہ ناول نہ صرف عورت کی ناقدری، مظلومی اور اس جذبہ ایثار کو پیش کرتا ہے بلکہ مردوں کو ان کے جابرانہ رویے کے لیے تعلق سے دعوت احتساب بھی دیتا ہے۔ ناول مرکزی کردار ''علیزہ'' کا درد یہ ہے کہ اس نے دو مردوں کے آگے خود کو برہنہ کیا ہے۔ دونوں مرد اس کے اپنے تھے اور وہ بھی دونوں ہی عریاں تھے۔

علیزہ اپنے شوہر کے شک اور تنک مزاجی سے اپنی ذات میں محصوص ہو جاتی ہے اور ایک دن تقدیر اسے اپنے دیور کے ساتھ حلالہ کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ اس کا دماغ دو حصوں میں تقسیم ہے۔ ناف کے اوپر کے حصے پر دماغ کی حکمرانی ہے تو ناف کے نیچے بھوک کی تکمیلیت کہیں نہیں ہے۔ یہ ناول ایک بڑا سوال اٹھاتا ہے کہ اگر خطاکار مرد ہے تو سزا عورت کیوں جھیلے؟ ہمارے معاشرے کا یہ مسئلہ بہت نازک تھا مگر شائستہ فاخری نے اسے بڑی سنجیدگی سے برتا ہے۔ مذہبی احکامات کے نرغے سے نکلنے کے بعد علیزہ جو فیصلہ لیتی ہے۔ وہ عورت کی آزادی کا اعلامیہ ہے۔ ناول کی زبان اور پیش کش پہلے ہی ناول سے مصنفہ کی فنکاری اور فن پر دسترس کا اعلان کرتی ہے۔ ڈاکٹر شہاب ظفر اعظمی نے شائستہ فاخری کے ناول ''نادیدہ بہاروں کے نشاں'' پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا:

> ''اس ناول کا موضوع تو ٹھیک ہے لیکن جسے حلالہ کی بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ وہ بالکل بھی درست نہیں ہے۔ دراصل مسئلہ یہ ہے کہ ہم بھی اوروں کی طرح پڑھے لکھے بغیر کچھ بھی لکھ دیتے ہیں تاکہ آزاد خیال عورتوں کی حمایت حاصل کی جائے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہمیں یہ تو معلوم ہے کہ حلالہ کا مطلب کیا ہے۔ مگر یہ نہیں معلوم کہ حلالہ کیوں ہوتا ہے؟''(2)

شہاب ظفر اعظمی کا نکتہ نظر ایک طرف ہے لیکن شائستہ فاخری کا یہ ناول فکر انگیز ناول ہے۔ یہ ناول معاشرے میں مردانہ غلبے، اناپرستی، عورت کی مظلومیت اور اس کے جذبۂ ایثار کو بہت موثر انداز میں پیش کرتا ہے۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے کہ یہ ناول اسلام میں حلالہ کے حساس اور نازک مذہبی مسئلے پر انتہائی بے باکی اور حقیقت پسندی سے روشنی ڈالتا ہے۔ شائستہ فاخری نے اپنے مذکورہ ناول میں معاشرے میں پیدا ہونے والے مسائل کا ذکر کیا ہے۔ خاص طور پر عورت کی زندگی میں آنے والے مسائل کو بڑی سیاست اور چابکدستی سے پیش کیا گیا ہے۔ اس معاشرے میں عورت کے لیے بے پناہ مسائل ہیں۔ سب سے پہلے اسے جس معاشرتی مسئلے کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ وہ غلط فہمی اور بے یقینی ہے۔ یہ معاشرہ عورت کی آنکھوں سے اس کے خواب چھین لیتا ہے۔ شائستہ فاخری مظلوم عورت کی آواز بنی۔ انھوں نے معاشرے میں عورت پر ہونے والے ظلم کے خلاف آواز بلند کی۔ علیزہ جو اس ناول کی مرکزی کردار ہے۔ اس کی آنکھوں میں اس کے خواب ہیں لیکن ان خوابوں کو دیکھنے کے لیے اسے کسی قسم کا ذہنی سکون حاصل نہیں۔ اس کے خواب چکنا چور ہو گئے ہیں۔ وہ اپنے خوابوں کو لے کر پشیمان ہے۔ شائستہ فاخری علیزہ کے خوابوں اور اس کے ٹوٹے ہوئے وجود کے متعلق لکھتی ہیں:

> ''علیزہ کچھ عرصہ پہلے تک ایک گرلز کالج میں لائبریرین تھی اور زندگی کی دھوپ چھاؤں سے گزرتی ہوئی تنہا ہی ہر نشیب و فراز کو چپ چاپ کسی طرح طے کرتی جا رہی تھی۔ مگر آج کا دن اس کے لیے بے حد اہم تھا جب اسے اپنے بوسیدہ ہوتے خوابوں کا ماحصل مل گیا تھا۔ ننھے وجود والے کومل خواب جو ادھورے رہ گئے تھے اور جن کے پیچ وقت کی گرداب میں پھنس کر دل کی شاخ سے ٹوٹ کر زمین کی ریتلی مٹی میں گم ہو گئے تھے۔ ہاں یہ وہی خواب تھے جو ٹوٹ کر بھی دل میں چٹکی سی لیتے رہتے۔ خوابوں کی یہ چٹکی علیزہ کی کمر کو دیمک کی طرح چاٹ رہی تھی لوگ کہتے ہیں کہ بڑھتی عمر کے ساتھ عورت جاگتی آنکھوں سے خواب دیکھنا بند کر دیتی ہے۔ مگر علیزہ کے ساتھ ایسا نہیں ہوا اور وہ مجبور ہو گئی ایسا قدم اٹھانے پر جس کا اس نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔''(3)

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

یہ صرف ایک عورت کا ٹوٹا ہوا وجود اور چکنا چور ہوئے خواب نہیں ہیں۔ بلکہ یہ معاشرے کی ہر عورت کے ادھورے خواب اور چکنا چور ہوا جسم ہے۔ عورت کی بے بسی اسے نفرت اور ظلم سہنے پر مجبور کر دیتی ہے۔علیزہ کا دکھ معاشرے کی ہر عورت کا دکھ ہے۔ جن کو ہر طرح سے نفرت سہناہی ہوتی ہے۔ نفرت سہہ سہہ کر وہ اتنی پک جاتی ہیں جیسے بھٹے میں اینٹ۔ لیکن پھر بھی اس کے دکھ اور درد کو سمجھا نہیں جاتا۔علیزہ کی بے بسی اور مجبوری کے حوالے سے شائستہ فاخری یوں رقم طراز ہیں:

"ہاں جب حالات کا زلزلہ اس بدن کو زمین بوس کر تا ہے تب لوگ سمجھ پاتے ہیں کہ کہیں کچھ رونما ہوا تھا جو نہیں دیکھ سکا۔ داخلی اور خارجی رونما ہونے والے اس عمل میں علیزہ کتنی بے بس ہو رہی تھی اسے تو دوسروں کی دی ہوئی ٹھوکروں کو سہتے رہنے کی اس طرح عادت ہوگئی تھی جیسے اس کا جسم پتھر کا ہو اور پانی اس پر جم ہی نہ پارہا ہو۔"(4)

شائستہ فاخری کی تحریر معاشرے کی تلخ حقیقت کو بے نقاب کر رہی ہے۔اس معاشرے میں عورت پر ہونے والے مظالم کی ایک داستان ہے۔ عورت کی بے بسی اور مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عورت کو ظلم کی چکی میں پیس دیا جاتا ہے۔علیزہ بھی اسی معاشرے کا حصہ ہے جس نے علیزہ کو مجبور و بے کس سمجھتے ہوئے اس کو مکمل طور پر مفلوج کر دیا ہے۔وہ اپنے گھر میں اپنے ساتھ ہونے والے ظلم و ناانصافی کو سوچ سوچ کر اپنے آپ کو ہلکان کیے جارہی ہے:

"علیزہ اپنی بیڈ پر لیٹی ماضی کی تمام پرتوں کو آج اپنے ناخنوں سے کھرچ دینا چاہتی تھی۔ روشنی کی آڑ میں چھپے اندھیرے کو پامال کر دینا چاہتی تھی۔ اس کی آنکھیں چھت پر ٹنگی تھیں۔ ابھی چند ماہ پہلے کی ہی تو بات ہے جب اس کے بدن میں سانسوں کی آمد ورفت تو جاری تھی مگر وہ مردہ ہو چکی تھی۔ اس کے مردہ گھر میں کم سن خوابوں کی بے شمار لاشیں سڑ رہی تھیں۔ جس کی سرانڈ نے اس کے دماغ کو مفلوج کر دیا تھا۔ اس کی حس کو ختم کر دیا تھا۔ وہ جیتی جاگتی ایسا اشتہار بن گئی تھی جس کی تحریریں وقت کی گرد میں ضائع ہوگئی تھیں۔"(5)

یہ بات سچ ہے کہ جب انسان پر حد سے زیادہ ظلم کیا جائے تو وہ بے حس ہو جاتا ہے۔اس کا دماغ مکمل طور پر جواب دے جاتا ہے۔اس کے اوپر ہونے والے ظلم و ستم اس کو باغی بنادیتے ہیں۔وہ اپنے آپ کو مکمل طور پر تباہ کر لیتا ہے۔یہ معاشرے کا ایسا تلخ رویہ ہے جس نے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔اس معاشرے کی جڑیں کھوکھلی ہو چکی ہیں۔معاشرہ تنزلی اور انحطاط کی طرف گامزن ہے۔اس معاشرے کے اندر رہتے ہوئے انسان کو کئی تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔اس معاشرے میں انسان کو کئی بار مرنا پڑتا ہے اور پھر چاروناچار اس کے ساتھ چلنا بھی پڑتا ہے۔ اس ناول کی مرکزی کردار علیزہ اسی معاشرے کا حصہ ہے جس نے اسے بے حس کر دیا ہے۔اس کی آنکھوں میں خواب ہیں مگر اس کے خواب ٹوٹ پھوٹ گئے ہیں۔وہ صرف ظاہری طور پر زندہ ہے مگر باطنی طور پر مر چکی ہے۔ وہ نیند کی حالت میں ہے مگر آنکھوں سے نیند بھی غائب ہے۔وہ جس طرف بھی دیکھتی ہے اسی طرف اسے ظلم اور بے حسی نظر آتی ہے۔اسے لگتا ہے کہ ہر طرف ناامیدی اور بے یقینی کی فضا چھائی ہوئی ہے۔ یہ معاشرہ جس میں وہ رہ رہی ہے اسے یہ ظلم کا میدان نظر آتا ہے۔ ٹھنڈی ہواؤں کے جھونکے اور کھڑکی سے باہر تمام چیزیں اس کے نزدیک بے معانی اور خوف کی علامت بن کر ابھر رہی ہیں۔اسی خوف کے اور بے زاری کے عالم میں اپنے بستر پر دراز ہو جاتی ہے۔ نیند کے غلبے میں کچھ لمحات کے لیے وہ دنیا سے بے خبر ہو جاتی ہے۔ لیکن خوف اور دہشت نے اسے ان لمحوں سے زیادہ دیر رہنے نہ دیا۔

"رات کا درمیانی حصہ تھا۔علیزہ ایک دردناک چیخ کے ساتھ اپنے بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ نیند، خوف اور دہشت سے اس کی آنکھیں پھیلی ہوئی تھیں۔ سردی کے باوجود جسم پسینے سے تر تھا۔کمرے میں گہری تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ شاید بجلی چلی گئی تھی۔ بینائی اندھیرے کو چیرنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ علیزہ نے ایمرجنسی لائٹ جلائی۔ٹیوب کی روشنی پھیل گئی۔ نائٹ گاؤن کے ایک کونے سے اس نے پسینے سے بھیگے اپنے چہرے کو پونچھا۔ ٹھنڈک کے باوجود جسم میں خوف کی کپکپی تھی۔وہ خود پر قابو پانے کے لیے آیۃ الکرسی پڑھنے لگی۔"(6)

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

"نادیدہ بہاروں کے نشاں" معاشرے کی ناچاکیوں پر مبنی ناول ہے۔ اس ناول میں انسانی نفسیات کی بہترین عکاسی ملتی ہے۔ معاشرہ انسان کو دکھ، درد کی چکی میں دھکیلنے والا ایسا پتھر ہے جو انسان کو غموں میں نڈھال کرنے کے باوجود بھی راحت محسوس نہیں کر پاتا۔ اس معاشرے کی غلط روایات اور رسم ورواج انسان کو ظاہری طور پر مار دیتے ہیں۔ اگر انسان اس معاشرے کی غلط روایات کی پیروی نہیں کرتا تو اس سے جینے کا حق چھین لیا جاتا ہے۔ اس معاشرے کی غلط اقدار وروایات نے سنجیدہ لوگوں کا سانس لینا محال کر دیا ہے۔ مذکورہ ناول بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ جس میں مرکزی کردار علیزہ کو غلط رسم ورواج اور روایات کی آڑ میں ظلم کی چکی میں جھونک دیا جاتا ہے۔ وہ تڑپ تڑپ کر اپنے اوپر ہونے والے مظالم کی داستانیں سنا رہی ہے اس کی آنکھوں سے نیند غائب ہے اور خوابوں کا ایک سفر ہے جس نے اس کو ادھ موا کر دیا ہے۔ وہ سونا چاہتی ہے مگر وہ خوف اور دہشت کے عالم میں سو نہیں سکتی۔ اگر سوتی ہے تو وہ اُسے اپنا برہنہ جسم یاد آ جاتا ہے جو اس نے اپنے لوگوں کو پیش کیا تھا۔ شائستہ فاخری ناول "نادیدہ بہاروں کے نشاں" میں لکھتی ہے:

"اف کتنا خوفناک خواب تھا۔ سوچتے ہی اس کے جسم کے رونگھٹے کھڑے ہو گئے۔ اس نے گہری سانس لی۔ کچھ راحت ملی۔ دو چار پلکیں جھپکائیں۔ خود کو نارمل کرنے کی کوشش کی مگر آنکھوں کے سامنے بار بار وہ منظر آ جاتا ہے جس میں اس نے دو مردوں کو آگے خود کو برہنہ کیا تھا۔ لیکن وہ دونوں ہی مرد اس کے اپنے تھے اور وہ بھی عریاں تھے۔"(7)

"نادیدہ بہاروں کے نشاں میں" معاشرے کے اس کردار کو کامیابی سے پیش کیا گیا ہے۔ جنھیں زمانے کی ستم ظریفی نے بدنصیب بنا دیا ہے۔ علیزہ کا کردار معاشرے کا وہ کردار ہے جو اپنی عزت داؤ پر لگا دیتے ہیں لیکن پھر بھی رسوائی ان کا مقدر ٹھہرتی ہے۔ علیزہ کے ایک نہیں دو خاوند تھے۔ لیکن وہ دونوں مردانیت سے عاری تھے۔ یہ علیزہ کے ساتھ ایسا ظلم ہے جو معاشرے میں کئی خواتین کے حصے میں آتا ہے اور خواتین اپنی عزت وناموس کے لیے اپنی عزت وغیرت کو نچھاور کر دیتی ہیں لیکن پھر انھیں عزت واحترام کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ علیزہ بیک وقت جو دو لوگوں کی جنسی زیادتی کا شکار ہوتی ہے فرحان اور اعیان ایک وقت میں اس کے ساتھ جنسی زیادتی کی خواہش رکھتے ہیں۔ علیزہ درمیان میں چپ سادھے لیٹی ہوئی ہے۔ فرحان اور اعیان اس کے جسم کو نوچ رہے ہیں۔ وہ مجبور و بے بس بیک وقت دونوں کے ظلم اور ہوس کو سہہ جانا چاہتی ہے:

"اب وہ محدود دائرے کو ہی دیکھ سکتی تھی۔ داہنی طرف کی پتلی سے دیکھا اس کی دائیں پہلو فرحان مرزا لیٹا ہے اور بائیں پتلی گواہی دے رہی تھی کہ اس کے بائیں پہلو میں اعیان تھا۔ فرحان اس کے داہنے رخسار پر بوسہ دے رہا تھا۔ اس کی انگلیاں گردن سے سرکتی ہوئی اس کی داہنی پستان سے کھیلتی ہوئی ناف کے نیچے کی گھاٹی میں اترتی جا رہی تھیں اور بائیں جانب لیٹا ہوا اعیان اس کے بائیں پیروں کے ناخنوں کو بوسہ دیتا ہوا اس کی برہنہ ٹانگوں کو چومتا ہوا ناف کے اوپر سے ہو کر پستان کی طرف بڑھتا جا رہا تھا۔ وہ چپ چاپ پڑی تھی۔ جیسے برف کے نیچے کوئی نرم پری بھری کوپل بہار کے انتظار میں دم سادھے بیٹھے ہو۔ یہ بے نیازی اور بے بسی کا احساس ہی شاید روح کی آوارگی ہے۔"(8)

شائستہ فاخری نے "نادیدہ بہاروں کے نشاں" ناول کے ذریعے معاشرے کی ناچاکیوں سے پردہ اٹھایا ہے۔ ایسے معاشرے کی تصویر ہے جس میں عورت کا ذہنی وجسمانی استحصال کیا جاتا ہے۔ علیزہ بھی معاشرے کے ان کرداروں میں سے ہے جس کا ذہنی وجسمانی طور پر استحصال ہو چکا ہے۔ اس کے بعد اس کی کیفیت ایسی ہو گئی ہے کہ اسے کسی پر یقین نہیں رہا۔ اس کی حالت یہ ہے کہ وہ اب کسی پر یقین نہیں کرنا چاہتی۔ وہ دکھ اور الم کا شکار ہے لیکن کسی پر اعتماد کرنے کے لیے تیار نہیں۔ اسے معاشرے سے ایسی چوٹ پہنچی ہے جس نے اسے اکھاڑ پچھاڑ کر رکھ دیا ہے۔ اس کی آنکھوں میں خواب ہیں لیکن وہ اپنے خواب بتانے سے قاصر ہے۔ وہ خواب دیکھنے کے بعد ہڑبڑا کر اٹھتی ہے لیکن اُس کا اس معاشرے سے اعتماد ہی اٹھ گیا ہے۔ وہ خود ہی اس معاشرے کی ظلم کی چکی میں پسنا چاہتی ہے لیکن وہ کسی کو اپنے دکھ بتا نہیں سکتی۔ اس معاشرے نے اس کو ایسا روگ لگا دیا ہے جس کے بعد وہ کچھ بھی کرنے کے قابل نہیں ہے۔ وہ نہیں چاہتی کہ وہ اپنی غیرت کو کسی کے سامنے پیش کرے:

"علیزہ نے کب کا اس سچ کو تسلیم کر لیا تھا کہ رونے کے لیے نہ تو وہ اب کسی کاندھے پر سر رکھے گی اور نہ آنسو پونچھنے کے لیے کسی کا دامن پکڑے گی۔۔۔ وہ جانتی تھی کہ ادھار کی مانگی ہوئی خوشیوں کے لیے

Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

بھاری قیمت چکانا پڑتی ہے اور وہ اپنی غیرت کو گروی رکھنے کے لیے تیار نہیں تھی۔"(9)

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس معاشرے سے ملنے والی خوشیاں بڑی تلخ ہوتی ہیں۔ جتنی قیمت ان خوشیوں کو حاصل کرنے کے لیے چکانی پڑتی ہے اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ شائستہ فاخری نے بھی ایسے ہی المناک حادثوں کو گہرے تجربے سے بیان کیا ہے۔ انھوں نے اس معاشرے کا بغور مطالعہ کیا اور اس میں ہونے والی ناانصافی ظلم و جبر کو بڑے سلیقے اور مہارت سے پیش کیا ہے۔ شائستہ فاخری کا ناول "نادیدہ بہاروں کے نشاں" معاصر اردو فکشن میں نسائی حسیت، مردانہ تسلط اور عورت کے ذہنی و جسمانی استحصال کا ایک عمیق اور جرات مندانہ فکری بیانیہ ہے۔ مصنفہ نے مرکزی کردار "علیزہ" کی ذات اور اس پر بیتی ستم ظریفیوں کے ذریعے نہ صرف حلالہ جیسے حساس موضوع پر جاندار بحث اٹھائی ہے، بلکہ مذہبی و سماجی روایات کی آڑ میں عورت پر روا رکھی جانے والی ناانصافیوں کو بے باکی سے ننگا کیا ہے۔ ناقدین کے اعتراضات کے باوجود، یہ ناول محض مظلومیت کا مرثیہ نہیں بلکہ علیزہ کی وجودی جدوجہد، خود شناسی اور مردانہ انا کے سامنے سر تسلیم خم نہ کرنے کا ایک مضبوط اعلامیہ بن کر سامنے آتا ہے۔ شائستہ فاخری نے اپنے تاثراتی اسلوب، علامتی تکنیک اور دلاویز جزئیات نگاری سے یہ ثابت کیا ہے کہ تمام تر تلخیوں اور صدمات کے باوجود عورت اپنے وجود کی بقا اور غیرت کی حفاظت کے لیے آخری دم تک نبرد آزما رہتی ہے۔

حوالہ جات

1۔ شائستہ فاخری، اداس لمحوں کی خود کلامی، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، 2011ء، ص:27

2۔ شہاب ظفر اعظمی، اردو ناول کے اسالیب، دہلی: تخلیق کار پبلشرز، 2017ء، ص122

3۔ شائستہ فاخری، نادیدہ بہاروں کے نشاں، دہلی: عفیف پرنٹرس، 2013ء، ص:12

4۔ ایضاً، ص:14

5۔ ایضاً، ص:13

6۔ ایضاً، ص:15

7۔ ایضاً، ص:11

8۔ ایضاً، ص:16

9۔ ایضاً، ص:18